قرآن فہمی کے بنیادی اصول

(مولانا محمد حنیف ندویؒ کے افکار کا مطالعہ)

اقراء شہزادی / ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس
ریسرچ اسکالر ایم فل / ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

Abstract

Mulana Muhammad Hanif Nadvi is the famous islamic scholar of the 20th century, who is well known due to his research in social,political affairs and gave thoughtful ideas about the understanding of Quranic literature.In this article three rules are disscussed which are sujessted by Mulana Hanif Nadvi.it is proved that we cannot understand the real spirit of the meanings of Quran without implementation of these rules.

تعارف

مولانا محمد حنیف ندویؒ (۱۹۰۸ء تا ۱۹۸۷ء) کی شخصیت اپنی علمی و تصنیفی خدمات کی بدولت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اہل حدیث علمائے کرام کی کڑی کے بیسویں صدی کے رکن ہیں۔ گوجرانوالہ کے ایک گاؤں سے اٹھ کر ندوۃ العلماء جیسی عظیم درس گاہ میں علمی منازل طے کیں۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور کی مسجد مبارک سے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا آغاز کیا جدید و قدیم علوم کا حسین امتزاج تھے اردو ادب سے شغف اور وسعتِ علمی کے باعث ہر ذی شعور کی توجہ کا مرکز بنے۔(۱)

آپ نے معاشرت، معیشت، سیاست، اخلاقیات پر بہت کچھ سپردِ قرطاس کیا۔ قرآنیات میں گہری دلچسپی کے باعث تین مستقل تصانیف لکھیں جو قرآنی علوم و معارف سے آگاہی کا بہترین زینہ ہیں۔ ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ تفسیر سراج البیان

۱۹۳۴ء میں پہلی مرتبہ پانچ جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر شائع ہوئی جو اپنی خصوصیات کی بنا پر جلد ہی عام و خاص میں مقبول

ہوئی تفسیر کی ابتدائی اشاعتوں میں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے تراجم کے ساتھ تفسیری نوٹس حاشیے پر تھے بعد میں اسے تفسیری انداز میں شائع کیا گیا اور موجودہ ترجمہ دونوں بزرگوں سے مستفاد ترجمے کی تلخیص ہے۔(۲)

مولانا محمد حنیف ندویؒ کی یہ تفسیر مختلف النوع خصوصیات کا مجموعہ ہے آپ نے نہایت دلکش انداز بیاں اختیار کیا ہے زبان سادہ اور اردو ادب کے پیچ وخم سے لبریز ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ:

> ''اس میں فقہی مسائل کا بیان، جدید تحقیقات کا تذکرہ، معاشرتی مسائل کا حل، عصری رویوں پر تنقید، عقلی استدلال، قرآن حکیم کا اعجاز اور دیگر کئی ایسے موضوعات ہیں جن پر علامہ ندویؒ نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان خصوصیات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ عصری تشکیکی رویوں کو سمجھنے اور ان کا جواب دینے کے اعتبار سے تفسیر سراج البیان بہترین تفسیر ہے۔''(۳)

یہ تفسیر بلاشبہ جامعیت اور اسلوب بیاں کی بدولت اردو تفسیری ادب کی تاریخ میں اپنا خاص مقام رکھتی ہے جس کی روشنی میں قرآن کے مفاہیم اور مقاصد کو سمجھا جا سکتا ہے۔

۲۔ لسان القرآن

مولانا محمد حنیف ندویؒ نے اپنی عمر کے آخری حصے میں دو جلدوں پر مشتمل قرآن کی توضیحی لغت ''لسان القرآن'' کے نام سے مرتب کی جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے الفاظ کی تفسیر و تشریح بیان کی گئی ہے۔ جلد دوم میں ''ح سے ذ'' تک کے الفاظ کی تشریح بیان کی ہے۔ بدقسمتی سے آپ حرف ''ذ'' سے الذین تک ہی پہنچے تھے کہ آپ کی صحت خراب ہو گئی اور آپ کے لئے اس کو جاری رکھنا ممکن نہ ہو سکا۔ اب اس کار خیر کو مولانا اسحق بھٹی نے انجام تک پہنچایا ہے اور جلد سوم میں اس کے باقی الفاظ کی تشریح بیان کی ہے۔

مولانا محمد حنیف ندویؒ نے اس لغت میں امام راغب کی مفردات القرآن کی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حروف تہجی کی ترتیب کا اعتبار کیا ہے۔ اور ہر کلمہ کے حرف اصلیہ میں سے پہلے حرف کی رعایت رکھی ہے۔ لیکن مفردات کے برعکس یہ ایک توضیحی لغت ہے جس میں آپ نے قرآنی آیات کی مفصل تشریح و تفسیر بھی بیان کی ہے۔ پھر آپ نے ہر کلمہ کی تشریح میں ان آیات کا احصاء کرنے کی کوشش کی ہے جن میں وہ کلمہ استعمال ہوا ہے تاکہ آیات کے سیاق وسباق سے صحیح مفہوم اخذ ہو جائے اور کوئی اشتباہ نہ رہے۔ اپنے خصائص و وصائف اور قرآن کے اسرار و رموز، مطالب و مفاہیم سے آگاہی کے لئے اس لغت کو بہترین قرار دیا جا سکتا ہے۔(۴)

۳۔ مطالعہ قرآن

مولانا محمد حنیف ندویؒ کی یہ تصنیف بھی قرآن فہمی میں معاون و مددگار ہے جس میں انہوں نے علوم القرآن کے ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جن پر اگرچہ مستقل کتابیں موجود ہیں لیکن آپ نے دیگر محققین کے برعکس وحی، نبوت اور تقابل ادیان کا نہایت اختصار و جامعیت کے ساتھ اردو ادب اور فلسفیانہ افکار کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا ہے۔ قرآنی علوم پر جدید دور میں مختلف مکتبہ فکر اور مستشرقین کے اعتراضات کی وضاحت آیات و احادیث، اقوال صحابہ و تابعین کی روشنی میں بیان کی ہے۔ متقدمین و

متاخرین کی آراء سے بھی استفادہ کیا اور راجح اقوال کی نشاندہی کی ہے۔

اس کا مقدمہ ایس۔اے۔رحمان کا تحریر شدہ ہے یہ کتاب ۱۶ عنوانات اور ۳۱۰ صفحات پر مشتمل ہے جن پر آپ نے محققانہ بحث کی ہے۔جو نہ صرف قرآن کی افہام و تفہیم میں ایک اہم مرکزی کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ عصری علوم اور اسلاف کی تحقیقات کا بھی مرقع ہے۔**(۵)**

مندرجہ بالا تفسیری لٹریچر کی روشنی میں آپ کے بیان کردہ قرآن فہمی کے ضوابط پیش کئے جائیں گے۔جن کا آپ نے التزام نہ صرف اپنی تشریح و تفسیر میں کیا بلکہ ان کے بغیر قرآن فہمی کو ناممکن قرار دیا۔

قرآن حکیم کی وسعتوں سے آگاہی حاصل کرنے کی غرض سے ہر صاحب علم و ذکاء نے اس کی گہرائیوں کو اپنے تئیں ماپنے کی سعی کی اور اصول و قواعد متعین کرتے ہوئے اپنے فکر و تدبر کے دائرہ حدود کو بھی ملحوظ رکھا۔جس کے نتیجہ میں ایک ایسا علمی و تفسیری ذخیرہ مرتب ہوا جس میں قرآن حکیم کی مختلف النوع تعبیرات و تشریحات سامنے آئیں۔ان مفسرین نے بنیادی قواعد و ضوابط کے علاوہ کچھ ایسے پیمانے بھی مقرر کئے جن کی بدولت ہر تفسیر انفرادی خصوصیات کی حامل ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی نے بھی قرآنیات پر بہت کچھ قلم طراز کیا آپ کے پیش نظر کون سے اصول و ضوابط تھے اور فکر و تدبر کی کن عمیق گہرائیوں میں غوطہ زن ہوئے؟ ذیل میں ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

قرآن مجید انسانیت کے لئے خدائے بزرگ و برتر کی جانب سے علوم و معارف کا خزینہ ہے جس سے ہر زمانہ کے لوگوں نے استفادہ کیا اور ایسے حقائق سے پردہ کشائی کی جو صدیوں سے گوشہ راز میں تھے۔اخلاقی و روحانی سطح پر اذہان کی آبیاری کے ساتھ ساتھ کائنات اور اس کے پیچھے کارفرما قوت سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے فکر و تدبر کے زاویوں کو جلا بخشی۔

قرآن مجید فرد و معاشرے کے تمام بنیادی مسائل کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان کو انتہائی حکیمانہ انداز میں سلجھاتا ہے۔
آپ کے نزدیک مذاہب عالم اور انسانی وجدان و کاوش نے جن حقائق کو ہدف تحقیق ٹھہرایا ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ مابعد الطبیعات: ذات حق کی جستجو

۲۔ کائنات: اس کی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس کا تعلق اپنے رب سے بھی ہے اور کیا ارضی زندگی ہی آخری زندگی ہے؟

۳۔ انسان اور اس کی فطرت: انسان بااختیار ہے یا نہیں فطری اعتبار سے برا ہے یا نیک، انسانی رشتے اور ان کے تقاضے فرد و معاشرے کے احکام و مسائل۔**(۶)**

قرآن حکیم کی جامعیت کا نتیجہ ہے کہ وہ نہ صرف ان سوالات کے تسلی بخش جوابات دیتا ہے بلکہ نوع بشر کی عقل و شعور کو غور و فکر پر مجبور کرتا ہے۔خدا، کائنات اور انسان کے رشتے اس کی ذمہ داریوں اور اختیارات کے دائرہ کار کو قرآن نے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ اس کو حق ماننے والوں کے دلوں میں شک کی کوئی گرہ نہیں جاتی۔اس میں ان خوبیوں کے علاوہ ایمانیات، عبادات، اخلاقیات اور معاشرتی مسائل کی پوری تفصیل پائی جاتی ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ

''بے شک ہم نے آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔''(۷)

قرآن حکیم کا اپنا اسلوب بیان ہے ضروری نہیں کہ اس میں صرف بنیادی اور اساسی مسائل ہی کا ذکر ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ تمام بنیادی مسائل کی تفصیل موجود ہو غرض یہ ہے کہ قرآن نے سابقہ کتب کے برعکس عقائد، اخلاق و معاشرت کے احکامات کو زیادہ مفصل اور جامع انداز میں پیش کیا۔

اس ضمن میں مولانا محمد حنیف ندویؒ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اس کی روشنی سے دلوں کو مستنیر کرنے کا آخر طریق کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں وہ کون سے اصول ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھنے سے ایمان کی حرارت کو از سر نو تازہ کیا جا سکتا ہے؟

آپ نے اپنی تصنیف ''لسان القرآن'' میں قرآن فہمی کے لئے فکر و تدبر کے تین بنیادی پیمانے مقرر کئے ہیں جن کے ذریعے قرآن کے مفاہیم کو سمجھ کر دنیوی و اخروی زندگی کے بارے میں رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے:

۱۔ عصر نبوت کا استحضار

۲۔ زبان عربی پر کامل عبور

۳۔ قرآن حکیم سے بدرجہ غایت محبت و شغف (۸)

مولانا سعید الرحمٰن علوی ان اصولوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''مولانا دل و دماغ کی تمام وسعتوں کے ساتھ میدان میں اترے انہوں نے حضور ﷺ کی سیرت کو کھنگالا اور پوری طرح عربی پر عبور حاصل کیا اور بالآخر قرآن سے محبت کا یہ ثبوت دیا کہ بس اسی کے ہو کر رہ گئے وہ اس بات کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے تھے کہ ایک شخص چند تراجم کو سامنے رکھ کر یا مستشرقین کی تصریحات پڑھ کر فاضل قرآن ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن سے پہلے غیر قرآنی صنم خانوں کو یکسر مٹائیں اور اس کلام الٰہی کی اتھاہ سمندر میں اس طرح غوطہ زنی کریں کہ آپ کی روح میں رچ بس جائے تب قرآن آپ پر خزانے وا کرے گا۔''(۹)

آپ نے ان اصولوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے امثال و دلائل سے وضاحت بیان کی ہے اور ان سے انحراف کے نتیجہ میں جو خرابیاں قرآن کی تفہیم میں پیدا ہوئی ہیں ان کا بھی ازالہ کیا ہے۔ اس سے آپ کا قرآن کے ساتھ علمی و ادبی لگاؤ اور تعلق و تفحص کے نہاں خانوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ عصر نبوت کا استحضار:

مولانا محمد حنیف ندویؒ اس اصول کے تحت یہ موقف بیان کرتے ہیں کہ عصر نبوت کی تہذیب، تمدن، ماحول، اقدار و روایات کو ذہن و تصور کے خانوں میں لائے بغیر قرآن فہمی ناممکن ہے۔ قرآن کا اس دور کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آپ رقمطراز ہیں کہ:

"انحصار عصر نبوت کا نظریہ صرف قرآن کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ دنیا کی ہر کتاب، شخصیت یا فکر کو ذہن کی گرفت میں لانے کے لئے ضروری ہے کہ اس ماحول اور ان کوائف کو چشم تصور میں لایا جائے جن میں وہ کتاب نازل ہوئی یا فکر پروان چڑھی۔ اگر ایک شخص قبل مسیح یونان کے سیاسی، دینی اور فلسفیانہ افکار سے واقف نہیں ہے تو اس کے لئے جاننا از حد مشکل ہوگا کہ افلاطون اور ارسطو میں مابہ النزاع مسائل کی نوعیت کیا تھی۔" (۱۰)

گویا اہل عرب کے رسم ورواج ان کی تہذیب، دینی عقائد و مسائل اور رویوں کو جاننا از حد ضروری ہے کہ آپ ﷺ کو اسلام کی اشاعت کے دوران کن مسائل کا سامنا کرنا پڑا، اخلاق و کردار کی کن بلندیوں پر فائز ہوئے، جاہلیت کے اس معاشرے کی کن اصولوں پر اصلاح و تربیت فرمائی اور کس ڈھب سے ان کے درمیان مثالی زندگی گزاری؟

آپ مزید لکھتے ہیں کہ:

"قرآن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ دیکھیں کہ جس شخصیت گرامی پر یہ کتاب نازل ہوئی اس نے اس نقشے کو کس انداز میں سمجھا اور اس پر عمل کیا اور اس دور کے معاشرے نے کس طرح اپنے عمل و کردار میں سمو کر دکھایا قرآن نے ایک فعال تاریخی عمل کو جنم دیا جو اپنی تمام کڑیوں کے ساتھ دنیا میں موجود ہے اس لئے یہ غیر منطقی ہے کہ اس کو سلسلہ تاریخی سیاق سے الگ کر کے دیکھا جائے اور اس کی من مانی تاویلیں کی جائیں۔" (۱۱)

مولانا محمد حنیف ندوی عصر نبوت سے واقفیت حاصل کرنے کی اہمیت بیان کرنے کے بعد آنحضور ﷺ کے منصب نبوت کی قرآن کی روشنی میں وضاحت کرتے ہیں۔ اور اس نظریے کی تردید کرتے ہیں کہ دین کا تعلق پیغمبر کے اخلاق و اقوال سے نہیں بلکہ نازل کردہ کتاب سے ہے جبکہ قرآن کے نقطہ نظر سے جس طرح کتاب کا ہر لفظ مستند و حجت کی حیثیت رکھتا ہے اس طرح پیغمبر کی زندگی کا ہر لمحہ امت کے لئے لائق اطاعت ہے۔ آپ یہ دلیل دیتے ہیں کہ دنیا میں بہت سارے پیغمبروں پر کتب نازل نہیں ہوئیں اور ان کے عمل و کردار کی روشنی میں ہی اقوام نے راہ حق تلاش کی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔

"اور ہم نے جو رسول بھیجا وہ اس غرض سے بھیجا کہ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جائے۔" (۱۲)

آپ نے اس ضمن میں ان تصریحات کو بھی قرآن کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ پیغمبر کا دین کی تفہیم اور اس کی اقامت و فروغ میں کیا مقام ہوتا ہے۔

پیغمبر جب دین کے بارے میں عقدہ کشائی فرماتا ہے تو اس کا تعلق اپنی خواہشات سے نہیں بلکہ وحی سے ہوتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

"اور وہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں بناتے، ان کا کلام تو تمام وحی ہی ہے۔" (۱۳)

دین کی تبلیغ وتفہیم پیغمبر کی ذمہ داری ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ....

"اور ہم نے آپ پر یہ نصیحت نامہ اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں پر واضح کر دیں جو ان کے پاس بھیجا گیا ہے...."(۱۴)

آپ اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ نے بحیثیت پیغمبر، قائد اور اس کتاب کے پہلے مفسر کے مندرجہ احکام ومسائل کی وضاحت کی، اس میں شامل فلسفہ وفکر اور روح وقالب کو نکھار کر بیان کیا اور اس جملہ تعلیمات کو عملاً معاشرے کی رگ وپے میں جاری وساری کر کے دکھلایا۔(۱۵)

قرآن نبی اکرم ﷺ کی تشریحات کی وجہ سے سہل اور آسان ہے:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

"سو ہم نے یہ قرآن تیری بولی میں آسان کر دیا شاید وہ نصیحت قبول کریں۔"(۱۶)

مولانا اس آیت کی تشریح میں محض عربی زبان سے آگاہی کو قرآن سمجھنے کے لئے لازمی قرار نہیں دیتے بلکہ آپ کا یہ موقف ہے کہ:

اس کی تعلیمات سے صحیح معنوں میں تذکیر اور عبرت پذیری اسی وقت ممکن ہے جب مشکوٰۃ نبوت کی روشنی سے دل ودیدہ منور ہوں اور جب یہ دیکھا جائے کہ قرآن کے اولین مخاطب نے اس کو کیونکر سمجھا ہے؟ یہ بات کس قدر بعید از قیاس ہے کہ ایک کتاب کو اس کے ماحول سے قطع نظر کر کے اور اس کو پیش کرنے والی شخصیات سے بے نیاز ہو کر سمجھنے کی کوشش کی جائے آسان سے آسان کتاب کو اگر اس کی ضروری شرائط سے الگ کر لیں گے تو وہ چیستان ہو کر رہ جائے گی۔ تو پھر قرآن کو عصری نبوی روایات سے جدا کر کے محض لغت کی مدد سے جاننے کا دعویٰ کیونکر کیا جا سکتا ہے۔؟(۱۷)

آپ نے اپنے قرآنیات پر مبنی لٹریچر میں اس قاعدے کا التزام کرتے ہوئے اہل عرب کے ماحول، حالات اور واقعات کی عکاسی کی ہے۔ استحضار نبوت اور منصب نبوت کی وضاحت کرنے کے ساتھ آپ نے کبار صحابہ کے فہم قرآن اور ان کے اعمال و کردار سے آگاہی کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے صبح ومسا کو اسلام کی روشنی میں بسر کیا اور ایک نئی نہج سے اس کو ہم تک پہنچایا۔

۲۔ عربی زبان پر کامل عبور

قرآن فہمی کے سلسلہ میں دوسرا اصول بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ عربی زبان سے نہ صرف واقفیت ضروری ہے بلکہ اس کے مزاج، انداز صرف ونحو، اس کے اتار چڑھاؤ اور محاورات وامثال پر بھی کامل عبور ہونا چاہئے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں عربی الفاظ کی نہ صرف صرفی ونحوی مباحث بیان کیں ہیں بلکہ دیوان عرب، محاورات عرب کا استعمال کرتے ہوئے ایک سے

زائد ممکنہ مفاہیم بھی بیان کئے ہیں۔

قرآن حکیم نے اس زبان کو "عربی مبین" سے تعبیر کیا ہے:

وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ

"اور یہ کلام فصیح عربی زبان میں ہے۔"(۱۸)

مولانا محمد حنیف ندویؒ کا یہ موقف ہے کہ جب تک اس زبان سے اس حد تک آشنائی پیدا نہیں ہو جائے کہ جس پر قرآن مجید اپنے اسلوب اور پیرایہ بیان کے لحاظ سے فائز ہے اس وقت تک قرآن کے مطالب و دقائق تک رسائی ناممکن ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے فہم و ادراک کے لئے ارباب علم اس زبان کو اچھی طرح جانیں اور غیر مانوس مطالب و معانی اس کی جانب منسوب نہ کریں جن کی تائید اس کے لسانی تقاضوں سے نہیں ہوتی۔(۱۹)

آپ نے عربی زبان کے اعلیٰ و ارفع اور اس کے فصیح و بلیغ ہونے کے شواہد پیش کئے ہیں اور اس سے عدم واقفیت کے بغیر قرآنی علوم سے استفادہ کرنے کو جاہلیت قرار دیا ہے۔ آپ نے اس زبان کی تاریخ اور جامعیت کو انتہائی دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

> "یہ ایسی زبان ہے جس کے مقدر میں الفاظ و حروف اور تبیین و ادا کا پیکر ہونا لکھا تھا جس نے فقہ و معاشرت کے دقیق مسائل کو اس طرح سلجھایا کہ ہر دور میں زمانہ کی تبدیلیوں کے باوجود حکمت و دانائی کی مخزن قرار پائی۔"(۲۰)

اہل عرب کی لسانی انفرادیت کے بارے میں آپ یوں رقمطراز ہیں کہ:

> "زبان ہی ان کی دولت، ورثہ، روایت اور سرمایہ تھی جس کے معیار کو بلند کرنے میں انھوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور آخر میں قرآن حکیم نے نازل ہو کر اس کے حسن، جامعیت اور ادائے معانی کے اسالیب کو اس طرح نکھار دیا کہ یہ زبان عروس الالسنہ کہلانے کی مستحق ٹھہری۔"(۲۱)

قرآن حکیم کی لسانی خوبیوں پر دلائل دیتے ہوئے اپنے مقالہ میں بیان کرتے ہیں کہ:

> "قرآن نے دفتین کی اس مختصر ضخامت میں بنیادی زبان کے تمام تیوروں کو اس طرح سمیٹ لیا ہے کہ اب اگر خدانخواستہ کسی حادثے سے عربیت فنا ہو جائے تو بھی اس کی مدد سے زبان کے آداب و علوم اور اس کے اسالیب کی خوبیوں کو پھر سے ترتیب دیا جا سکتا ہے۔"(۲۲)

مولانا محمد حنیف ندویؒ نے اس عنوان کے تحت جہاں قرآن فہمی میں عربی زبان کی اہمیت و افادیت پر بحث کی ہے وہاں قرآن اور زبان کے درمیان رشتہ و تعلق کی نوعیت کو بھی واضح کیا ہے۔ جس کو نظر انداز کر دینے کے نتیجہ میں خلق قرآن جیسے فتنوں نے سر اٹھایا جن کا موقف یہ تھا کہ قرآن چونکہ مخلوق ہے یعنی مفہوم کی حیثیت الفاظ و حروف سے قطعی جدا ہے۔ جب کہ آپ اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

۳۔ قرآن حکیم سے بدرجہ غایت محبت و شغف

مولانا محمد حنیف ندویؒ قرآن فہمی کے سلسلہ میں تیسرا اہم اصول اور مقدم شرط قرآن پاک سے محبت کو قرار دیتے ہیں اور یہ عام قاعدہ ہے کہ کسی شخصیت، فکر، پیغام یا دعوت کو سمجھنے کے لئے اس سے ذہنی و قلبی لگاؤ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر کسی بھی فکر کی روح کو نہیں سمجھا جاسکتا۔ آپ نے اسکی اہمیت و ضرورت اپنے الفاظ میں یوں بیان کی ہے کہ:

> ''سرسری، مستشرقانہ اور ناصحانہ نقطہ نظر قرآن فہمی کی راہوں کو ہموار نہیں کرتا، اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن سے دلی لگاؤ اور والہانہ شگفتگی پیدا کی جائے، اسے بار بار پڑھا جائے، اس میں غواصی کی جائے اور اس کی داعیانہ روح کو اپنے کردار و عمل کا جز بنایا جائے۔'' (۴۳)

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں کے لئے ایک پیغام ہے، دعوت ہے، کلام حیات ہے، شفاء ہے، واحد اور ابدی ذریعہ ہے اخروی زندگی میں کامیابی کے حصول کا۔ اس کا فہم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے اس قدر وابستگی اختیار کی جائے کہ یہ اپنے راز انسانیت پر منکشف کرے۔ بلاشبہ متقدمین و متاخرین نے اس کے مفیدتر اجم پیش کئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خواہشات نفس پر مبنی تاویلیں بھی منظر عام پر آئیں گر اس نوع کا تفسیری لٹریچر قرآن کی حقیقی تشریح و توضیح میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ قرآن حکیم سے دلی لگاؤ، خلوص دل سے عمل اور غیر قرآنی صنم خانوں کا قلع قمع کرکے ہی اس کے معنی و مفاہیم سے آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

قرآن حکیم ایسی معجزانہ کتاب ہے جو اپنے دامن میں معانی و مفہوم کے ذخائر لئے ہوئے ہے ان کو سمجھنے کے لئے غور و خوض اور فکر و تدبر ضروری ہے اس کی تفہیم ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

...... هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

''ہدایت ہے اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے'' (۴۴)

تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۔ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ

''یہ آیتیں ہیں ایک حکیمانہ کتاب کی جو ہدایت و رحمت ہے نیکوکاروں کے حق میں'' (۴۵)

مولانا محمد حنیف ندویؒ کا یہ امتیاز ہے کہ آپ نے جابجا اپنے قرآنی افکار میں قرآن کی اہمیت، مقاصد اور اس کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہیں اسے روشنی کا لیمپ قرار دیا ہے تو کہیں دنیائے ادب کا بے مثال سرمایہ ثابت کرتے ہوئے اس کی لسانی خوبیوں کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ آپ کے بیان کردہ ان بنیادی اصول و ضوابط کی روشنی سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم سے محبت اور حد درجہ شغف ہی اس کی تفہیم میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے اور مسلسل غور و فکر کے ذریعے ہی اس کی معجزہ طرازیوں سے آشکار ہوا جاسکتا ہے۔ آپ نے نہایت حکیمانہ انداز میں قرآن فہمی کے اصولوں پر روشنی ڈالی ہے اور یہ ثابت کیا ہے ان

کی پابندی کے بغیر قرآن مجید کی تفہیم ممکن نہیں۔

'تفسیر سراج البیان' میں ایک مقام پر قمطراز ہیں کہ:

"قرآن حکیم مبارک کتاب ہے یعنی اس کے استفادے سے خیر و برکت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور یہ خوش اعتقادی نہیں، حقیقت ہے جب بھی اس پر عمل کیا گیا اس نے اپنے معجزات و خوارق سے دنیا کو حیران کر دیا۔" (۳۶)

مولانا حنیف ندوی کے بیان کردہ فکر و تدبر کے اصول بلاشبہ قرآن فہمی کے حصول میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے التزام سے قرآن حکیم کے مطالب و معانی سے حقیقی آگاہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس ضمن میں اگرچہ اصولیین نے بہت سے اصول و قواعد مرتب کئے ہیں جن کے بغیر قرآن کی تشریح ممکن ہی نہیں لیکن کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہ ضوابط ہیں جن کے بغیر قرآن کی تشریح تو کی جا سکتی ہے لیکن اس کے حقیقی مفاہیم تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جب تک اس اجنبی قوم کی زبان کے مزاج، ماحول اور ان کے اطوار سے واقفیت نہیں ہوگی جن پر یہ من و عن نازل ہوا، صحیح خطوط پر اس کی ترجمانی ناممکن ہے اور قرآن کے لئے یہ شرائط اور بھی ضروری ہو جاتی ہیں کہ وہ الہامی ہونے کے ساتھ ساتھ تمام انسانیت کے لئے ہدایت کی آخری کڑی ہے۔

ہمارے اسلاف نے قرآنی تعلیمات کے فلسفے کی گہرائی کو نہ صرف پرکھا بلکہ اپنے عمل و کردار کے ذریعے بھی اس کی ترجمانی کی۔ بلاشبہ مولانا محمد حنیف ندوی کے قرآنی افکار اور ضوابط دین اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے میں موثر رہنمائی فرماتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی نسل ان تحقیقات کی روشنی میں قرآن مجید کے پیغام پر عمل کرتے ہوئے اخلاص نیت سے استفادہ کرے تاکہ اس ضمن میں تاویلات کرنے والوں کی بیخ کنی کی جا سکے۔

حواشی

۱۔ تفصیلی تعارف کے لئے دیکھئے: ہفت روزہ الاعتصام "مولانا محمد حنیف ندوی" جلد:۴۰، شمارہ:۵۴

۲۔ تعارف کے لئے دیکھئے: محمد ہمایوں عباس، ڈاکٹر، مولانا محمد حنیف ندوی اور ان کی تفسیر سراج البیان، مشمولہ تحقیقات اسلامی میگزین (مدیر: جلال الدین عمری) مارچ ۲۰۱۲ء، جلد:۳۳، شمارہ ا، ص:۸۸

۳۔۵۔ محمد ہمایوں عباس، ڈاکٹر، مولانا محمد حنیف ندوی اور ان کی تفسیر سراج البیان، مشمولہ تحقیقات اسلامی میگزین (مدیر: جلال الدین عمری) مارچ ۲۰۱۲ء، جلد:۳۳، شمارہ ا، ص:۸۸

۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: محمد اسحاق بھٹی، ارمغان حنیف، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۹ء، ۳۳

۵۔ ایضاً، ص ۳۰

۶۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، لسان القرآن، لاہور: علم و عرفان پبلشرز ۱۹۸۳ء، جلد اول، ص:۵

۷۔ الانعام:۴

۸۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، لسان القرآن، ص ۴۰

۹۔ سعید الرحمن علوی، ایک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے، مشمولہ: الاعتصام، (مدیر: حلیم ناصری) لاہور: دارالدعوۃ سلفیہ، ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ، جلد: ۴۰، شمارہ ۵۴، ص: ۳۳

۱۰۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، لسان القرآن، جلد اوّل، ص: ۴۱

۱۱۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، لسان القرآن، جلد دوم، ص: ۲۶۷

۱۲۔ النساء: ۲۴

۱۳۔ النجم: ۳،۴

۱۴۔ النحل: ۴۴

۱۵۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، لسان القرآن، ص: ۲۵۱

۱۶۔ الدخان: ۵۸

۱۷۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، تفسیر سراج البیان، لاہور: ملک سراج پبلشرز، ۱۹۸۳ء، جلد پنجم، ص: ۱۱۹۱

۱۸۔ النحل: ۱۰۳

۱۹۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، قرآن کن معنوں میں معجزہ ہے، الاعتصام، (مدیر: محمد عطاء اللہ حنیف) ۹ فروری ۱۹۵۱ء، جلد: اول، ص: ۳

۲۰۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، لسان القرآن، ص: ۳۰

۲۱۔ ایضاً، ص: ۲۸

۲۲۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، قرآن کن معنوں میں معجزہ ہے، مشمولہ: الاعتصام، ص: ۳

۲۳۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، لسان القرآن، ص: ۳۳

۲۴۔ البقرہ: ۲۰

۲۵۔ الرحمان: ۳۔۴

۲۶۔ محمد حنیف ندوی، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، ص: ۳۵۶